

کچھ حصے کچھ حصول کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی (صداقت کی) گواہی دیتے ہیں۔ یہ ذات الہی کے متعلق الگ الگ نظر یعنی ہمیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو اسکی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے۔ (مگر) تم نے دلی کدو روتوں اور گھورے پر اگے ہوئے سبزہ کی خواہش پر ایکا کر لیا ہے۔ امیدوں کی چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر ایک دوسرا سے شمنی رکھتے ہو۔

تمہیں (شیطان) خبیث نے بھٹکا دیا ہے اور فریبوں نے تمہیں بہکار کھا ہے۔ میرے اور تمہارے نفسوں کے مقابل میں اللہ ہی مددگار ہے۔

--☆☆--

(۱۳۲) خطبہ

جب حضرت عمر ابن خطابؓ نے غزوہ روم میں شرکت کیتے
حضرتؓ سے مشورہ لیا تو آپؓ نے فرمایا:

اللہ نے دین والوں کی حدود کو تقویت پہنچانے اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے بچائے رکھنا کا ذمہ لیا ہے۔ وہی خدا (اب بھی) زندہ وغیر فانی ہے کہ جس نے اس وقت ان کی تائید و نصرت کی تھی جبکہ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ دشمن سے انتقام نہیں لے سکتے تھے اور ان کی حفاظت کی جب وہ اتنے کم تھے کہ اپنے کم خوبیوں کو نہیں رکھ سکتے تھے۔
تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف بڑھے اور ان سے تکرارے اور کسی افادا میں پڑ گئے تو اس صورت میں مسلمانوں کیلئے دور کے شہروں کے پہلے کوئی ٹھکانہ رہے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی ملنے کا جگہ ہوگی کہ اس کی طرف پلٹ کر آسکیں۔ تم ان کی طرف (اپنے بجائے) کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھی کار کر دگی والے اور خیر خواہی کرنے والے لوگوں کو بھیج دو۔ اگر اللہ نے غلبہ دے دیا تو تم یہی

وَ يَشَهُدُ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ، لَا يَخْتَلِفُ فِي اللَّهِ، وَ لَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهِ عَنِ اللَّهِ. قَدِ اصْطَلَحَتْمُ عَلَى الْغَلِيلِ فِيهَا بَيْنَكُمْ، وَ نَبَتِ الْبَرْعَى عَلَى دَمِنَكُمْ، وَ تَصَافَيْتُمْ عَلَى حِبِّ الْأَمَالِ، وَ تَعَادَيْتُمْ فِي كَسْبِ الْأَمْوَالِ.

لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكُمُ الْخَيْيُثُ، وَ تَاهَ بِكُمُ الْغُرُورُ، وَ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى نَفْسِي وَ أَنفُسِكُمْ.

-----☆☆-----

(۱۳۲) وَمِنْ كَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

وَقَدْ شَاؤَرَهُ عُمُرُ بْنُ الْحَسَنَ فِي الْخُرُوجِ إِلَى غَرْوِ الرُّوْمِ بِنَفْسِهِ:

وَقَدْ تَوَكَّلَ اللَّهُ لِأَهْلِ هَذَا الدِّينِ بِإِغْرَازِ الْحُكُوزَةِ، وَ سَتْرِ الْعَوْرَةِ، وَ الَّذِي نَصَرَهُمْ وَ هُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُونَ، وَ مَنَعُهُمْ وَ هُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْتَنِعُونَ، حَتَّى لَا يَمُوتُ.

إِنَّكَ مَتَى تَسِرُّ إِلَى هَذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ، فَتَلْقَهُمْ بِشَخْصِكَ فَتُنْكِبُ، لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةً دُونَ أَقْصَى بِلَادِهِمْ، وَ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ، فَابْعُثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مِّهْرَبًا، وَ احْفِرْ مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَ التَّصِيقَةِ، فَإِنْ أَظْهَرَ اللَّهُ فَذَلِكَ مَا

تُحِبُّ، وَ إِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، كُنْتَ رِدًّا
چاہتے ہو اور اگر دوسری صورت (شکست) ہو گئی تو تم لوگوں کیلئے ایک
مدگار اور مسلمانوں کیلئے پہنچ کا مقام ہو گے۔
لِلنَّاسِ وَمَثَابَةُ الْمُسْلِمِينَ.

۶۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کے متعلق یہ عجیب روش اختیار کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ اموریات سے بے خبر اور طریق جہانگیری سے نا آشنا تھے کہ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بنی امیہ کے ہوس اقتدار سے پیدا کی ہوئی شورشوں کو آپ کی کمزوری سیاست کا نتیجہ قرار دیا جائے اور دوسری طرف خلافے وقت نے مملکت کے اہم معاملات اور کفار سے مباربات کے سلسلہ میں جو مختلف موقع پر آپ سے مشورے لئے انہیں بڑی اعتماد سے کراچھالا جاتا ہے۔ جس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آپ کی صحبت فکر و نظر، اصلاح رائے اور رہ رس بصیرت کو پیش کیا جائے، بلکہ صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ آپ اور خلفاء میں اتحاد، یا گلگت اور تکمیل کا مظاہرہ کیا جائے، تاکہ ادھر تو جہتی مبذول نہ ہونے پائے کہ آپ کی مرحلہ پر ان سے تصادم بھی رہے ہیں اور باہم اختلاف و مناقشات بھی رونما ہوتے رہے ہیں۔

چنانچہ تاریخی حقائق اس کے شاہد ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اختلاف کرتے تھے اور ان کے ہر اقدام کو درست صحیح نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ خلیل شفیقیہ میں ہر دور کے متعلق واٹکاون لفظوں میں تصریح کرتے ہوئے اپنے اختلاف رائے اور غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے لیکن اس اختلاف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلامی و اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں صحیح رہنمائی نہ کی جائے۔ پھر امیر المؤمنین علیہ السلام کی سیرت تو اتنی بلند تھی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی ایسے مشورے سے پہلوتی کریں گے کہ جس سے مفاد عامہ وابستہ ہو یا کوئی ایسا مشورہ دیں گے جس سے مصالح عامہ کو نقصان پہنچے۔ اسی لئے نظریات کے اختلاف کے باوجود آپ سے مشورے لئے جاتے تھے جس سے آپ کے کدار کی عظمت اور محنت فکرو نظر پر روشنی پڑتی ہے۔

اور جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت کا یہ نمایاں جو ہر ہے کہ بخار قریش آپؐ کو دعوتِ نبوت میں جھٹلانے کے باوجود بہترین امامانہ دار صحبت تھے اور کبھی آپؐ کی امامت پر شیخہ نہ کر سکے، بلکہ مخالفت کے ہنگاموں میں بھی اپنی امامتیں بے کھلنک آپؐ کے سپرد کر دیتے تھے اور کبھی یہ وہم بھی نہ کرتے تھے کہ ان کی امامتیں خرد بردار ہو جائیں گی۔ یوں ہی امیر المؤمنین علیہ السلام بھی وثوق و اعتماد کی اس سطح پر سمجھے جاتے تھے کہ دوست و دشمن ان کی اصلاحیت رائے پر اعتماد کرتے تھے تو جس طرح پیغمبر ﷺ کے طرزِ عمل سے ان کے کمال امامانہ اداری کا پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلا جاتا کہ ان میں اور بخار میں ریگنگ تھی، یونکہ امامت اپنے مقام پر ہے اور کفر و اسلام کا ٹکراؤ اپنے مقام پر، اسی طرح امیر المؤمنین علیہ السلام خلفاء سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی نظر و میں ملکی و قومی مفاد کے محافظ اور اسلام کی فلاح و بہبود کے نگران سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ جہاں نوعی مفاد کا سوال پیدا ہوتا تھا آپؐ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپؐ شخصی اغراض کی سطح سے بند ہو کر اپنی بے لگ رائے کا اظہار فرمادیتے تھے اور حدیث نبوی «آل مُسْتَشَارُ مُؤْتَكِّنٌ» علیہ السلام: ”مشیر امین ہوتا ہے“، کے پیش نظر کبھی غل و غش

گواران کرتے تھے۔

چنانچہ جنگ فلسطین کے موقعہ پر جب حضرت عمر نے اپنی شرکت کے بارے میں ان سے مشورہ لیا تو قلع نظر اس سے کہ آپ کی رائے ان کے بذبات کے موافق ہو یا مخالف، آپ اسلام کی عربت و بقا کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں اپنی جگہ پر ڈھہرے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور مجاز جنگ میں ایسے شخص کو تبحیث کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فون حرب و ضرب میں ماہر ہو، یعنیکہ ناجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے اسلام کی بندھی ہوئی ہوا اکھڑ جاتی اور پیغمبر ﷺ کے زمانہ سے جو مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی ختم ہو جاتی اور ان کے چلے جانے سے فتح و کامرانی کے بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر آرہے تھے۔ اس لئے انہیں روک دینے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا۔ چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ: اگر تمہیں میدان چھوڑ کر پلنٹاپڑے تو یہ صرف تمہاری شکست نہ ہوگی بلکہ اس سے مسلمان بدال ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگداں ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے، یعنیکہ تسلیش لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جنم سکیں گے اور ادھرم کز کے غالی ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جاسکے گی کہ عقب سے مزید فوجی نمک آجائے گی کہ جس سے لانے بھرنے والوں کی ڈھاریں بندھی رہے۔

یہ ہے وہ مشورہ جسے باہمی روابط پر دلیل بنانے کا پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ مشورہ صرف اسلام کی سر بلندی اور اس کی عربت و بقا کے پیش نظر تھا جو آپ کو ہر مفاد سے زیادہ عزیز تھی اور کسی خاص شخص کی جان عزیز نہ تھی کہ جس کی بنا پر اسے جنگ میں شرکت سے روکا ہو۔

